# خیر و شر کی ایک جامع آیت
# خطبہ جمعہ کا حصہ کب اور کیونکر بنی؟

شبیر احمد منصوری*

قرآن مجید کلام الٰہی ہے۔ ہدایت اور نور ہے۔ راہ حق کے ہر متلاشی کو حق و صداقت کی خبر دیتا ہے۔ فکر و نظر کو جلا بخشتا ہے۔ سچے لوگ قرآنی تعلیمات کو زندگی کی روشنی اور جینے کا قرینہ بناتے ہیں۔ رب العزت کا ایسا کلام کہ جس کی تلاوت سے دلوں کو قرار ملتا ہے۔ جو معانی کے اس گہرے سمندر میں غوطہ زن ہونے کی فرصت اور توفیق پائے اس کے دل کو سرور و سکون میسر آتا ہے۔ کڑی دھوپ میں ایسا سایہ نصیب ہوتا ہے کہ زندگی ایک نئے لطف سے آشنا ہوتی ہے۔

## قرآنی تاثیرات

قرآن حکیم اپنے اندر اعجاز اور قلبی تاثیر کے بے شمار اور مختلف پہلو رکھتا ہے۔ قرآن مجید نے انسانی عالم کے ایک جہان کو روشن کیا ہے۔ خواب غفلت میں سوئی ایک دنیا کو بیدار کیا ہے۔ قرآن سرچشمہ ہدایت ہے۔ تاریک دلوں کی دنیا کو روشن کرتا یہ سورج کبھی غروب نہیں ہوتا۔ جس کی روشنی کبھی ماند نہیں پڑتی۔ رہتی دنیا تک آخری آدم زاد کے لیے اللہ عظیم الشان کی یہ کتاب موجود اور محفوظ رہے گی۔ شمال و جنوب، مشرق و مغرب، چہار سو۔ کرۂ ارض پر بسنے والے کالے اور گورے، عجمی و عربی، ہر مرد و عورت کے لیے اس کی ضوفشانی جاری رہے گی۔ اللہ جل شانہ کا وعدہ بھی یہی ہے۔ فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون[1] نازل کرنے والے نے انسانیت پر کمال شفقت اور مہربانی سے اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی خود ہی لے لی ہے۔ خلق خدا کے نفع عام کی خاطر اس چشمہ صافی کو ہر طرح کی رکاوٹوں اور ملاوٹوں سے پاک کردیا۔

---

*استاذ ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب

قرآن پاک کی معجز بیانی اور تاثیر کی ہزار جہتیں ہیں۔ قرآنی آیات سننے والا انوار الہیہ سے صرف نظر نہیں کرسکتا۔ قرآنی آیات و سور کا ایسا انداز و اسلوب کہ بڑے بڑے نامور خطیب و شاعر بے بسی اور بے چارگی کی تصویر بنے مبہوت نظر آتے ہیں۔ قرآن انہیں چیلنج کرتا ہے کہ تم اگر اس کے اللہ کے کلام ہونے میں شک کرتے ہو تو اس جیسی چند آیات ہی لے آؤ۔ معروف معنی میں نہ یہ نظم ہے اور نہ ہی نثر۔ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر انسانی ماضی حال اور مستقبل کے تذکرے حیران کن بات ہے۔ قرآن انسان کا اپنا تذکرہ بھی ہے اور ایسا آئینہ کہ جہاں وہ اپنے ظاہر اور باطن کو دیکھ سکتا ہے۔ خالق الکون کی ذات و صفات اور آیات آفاق و انفس کا ایسا مدلل اور واضح بیان کہ ادراک و آگہی کا طالب اپنا دامن بھرتا چلا جائے اور جادہ حق پر بڑھتا چلا جائے۔

## ہدایت اہل تقویٰ کا نصیب

اقرار و اعتراف کے لیے بڑی جرات درکار ہے۔ اکثر جاہلی تعصبات ضد اور ہٹ دھرمی مفادات کی آندھیاں اور خواہشات کے طوفان قبول حق کے سامنے سد راہ بن جاتے ہیں ـــــ رشد و ہدایت کی تاریخ گواہ ہے کہ جہاں انسان نے ان علائق سے اپنا دامن چھڑایا بے تعصب ہوکر اخلاص کے ساتھ کتاب حق کو پڑھا اور سنا۔ تب کوئی ایک ہی آیت اس کے لیے سامان ہدایت بن گئی اور اس کے قلب و نظر کو روشن کر گئی ـــ ہمارے پیش نظر قرآن مجید کی ایک ایسی ہی آیت کے معارف کا مطالعہ ہے کہ جس کو سن کر کہیں ایمان دل کی گہرائیوں میں جڑ پکڑتا ہے تو دوسری طرف ایک بڑے عرب قبیلے کے سینکڑوں صداقت پسندوں کی کایا پلٹ ہوتی ہے ان کی زندگی میں ایک انقلاب برپا ہوجاتا ہے۔ فطری قرآنی تعلیمات، سلیم الفطرت انسانوں کے ایک بڑے گروہ کے لیے ایمان و امن پر مشتمل ایک نئی زندگی کا دروازہ کھول دیتی ہے۔

## خیر و شر کے بارے میں قرآن مجید کی جامع ترین آیت

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان و ایتآئی ذی القربٰی و ینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون(۲)

"اللہ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق لو۔"

قرآن مجید میں مختلف مواقع پر خیر و شر سے بحث کی گئی ہے۔ خیر و شر کے نتائج و عواقب

سے آگاہ کہا گیا ہے۔ لیکن مذکورہ آیت خیر و شر کے بیان میں جامع ترین آیت ہے۔

## قرآنی آیت کی جامعیت

مفسر قرآن شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں "قرآن کو تبیانا لکل شئی فرمایا تھا یہ آیت اس کا ایک نمونہ ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہر ایک خیر و شر کے بیان کو اس آیت میں اکٹھا کردیا ہے۔ گویا کوئی عقیدہ، خلق، نیت، عمل، معاملہ اچھا یا برا ایسا نہیں جو امراً یا نہیاً" اس کے تحت داخل نہ ہوگیا ہو۔ بعض علماء کے خیال میں اگر قرآن میں کوئی دوسری آیت نہ ہوتی تو تنہا یہ آیت تبیانا لکل شئی کا ثبوت دینے کے لیے کافی تھی۔[۳]

احمد مصطفیٰ المراغی اس آیت کو جامع ترین آیت شمار کرتے ہوئے ایک روایت کا حوالہ دیتے ہیں:

واخرج البیهقی فی شعب الایمان عن الحسنؒ انه قرا هذه الایة ثم قال ان الله عز و جل جمع لکم الخیر کله او لشر کله فی آیة واحدة فوالله ما ترک العدل والاحسان من طاعة الله شیئا الا جمعه وامربه ولا ترک الفحشاء والمنکر والبغی من معصیة الله شیئا الا جمعه وزجر عنه[۴]

اسی آیت کی توضیح میں احمد مصطفیٰ المراغی ایک اور روایت نقل کرتے ہیں۔ سعید ابن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ اہل جاہلیت جو بھلائی کا کام کرتے تھے، یا اسے اچھا جانتے تھے اللہ تعالیٰ نے اسی آیت کے تحت اس کے کرنے کا حکم دے دیا اور جس کسی کام کو وہ برا جانتے تھے اور اس کو عار سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس سے روک دیا۔ دراصل اللہ تعالیٰ نے گھٹیا اور قابل مذمت اخلاق سے منع فرما دیا۔ وہ روایت کچھ یوں ہے:

وقال سعید ابن جبیر عن قتادہ فی قولہ (ان اللہ یامر بالعدل والاحسان) لیس من خلق حسن کان اھل الجاھلی ے یعملون بہ و یستحسونہ الا امراللہ بہ ولیس من خلق سی ء کانوا یتعایرونہ بیسھم الانھی اللہ عنہ، وانما نھی عن سفاسف الاخلاق ومذا مھا[۵]

اس آیت کی جامعیت کے سلسلے میں تفسیر البیضاوی کا بیان ہے کہ اس آیت کے سوا اگر کوئی اور آیت قرآن میں نہ ہو تو تبیانا لکل شئی کی سچائی کے لیے یہ آیت کافی تھی۔

ولو لم یکن فی القرآن غیر هذه الایة لصدق علیه انه تبیان لکل شئی وهدی ورحمة للعالمین[۶]

مفسر طبری بھی اس آیت کی جامعیت کا اعتراف کرتے ہیں:

ان اجمع آیۃ فی القرآن لخیر او لشر(۷)

انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مفصل روایت کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

عبدالماجد دریا آبادی اس قرآنی آیت کی جامعیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہ آیت شریف جہاں تک تعلیمات اسلامیہ کا تعلق ہے قرآن مجید کی اہم ترین اور کلیدی آیات میں ہے۔ ایک معجزانہ ایجاز و جامعیت کے ساتھ اس کے اندر دین و شریعت کے اہم ترین احکام و نواہی دونوں آگئے۔ احکام ایجابی بھی اور احکام سلبی بھی۔ یہ آیت "تبیانیت" کی بہترین مثال اور نمونہ ہے۔"(۸)

نظم قرآن کے ماہر مفسر امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں:

"یہ عظیم آیت تمام قرآنی اوامر و منہیات کا خلاصہ اور اجمال ہے۔ اس اجمال کی تفصیل سورۂ بنی اسرائیل کی آیات ۲۲ تا ۳۹ میں آئی ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل' سورۂ نحل کی مثنی کی حیثیت رکھتی ہے۔"(۹)

## معارف و مفہوم

آیت میں مذکور خیر و شر کو مفسرین کرام نے اپنے اپنے انداز میں واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ خیر و شر کے سلسلے میں تین تین بنیادی باتوں کا یہاں تذکرہ کیا گیا ہے۔

مفسر قرآن محمد ادریس کاندھلوی مرحوم رقم طراز ہیں:

"عدل' احسان' ایتاء ذی القربی اور اخیر کی تین چیزیں اول کی تین چیزوں کے مقابلے میں ہیں۔ فحشاء عدل کے مقابلے میں ہے اور منکر احسان کے مقابلے میں اور بغی ظلم و زیادتی' ایتاء ذی القربی کے مقابلے میں ہے"(۱۰)

خیر و شر کے مفہوم میں جامع اس آیت میں لفظ عدل سب سے اہم ہے۔ امام غزالیؒ کے نزدیک اگر سارے قرآن کی جگہ صرف لفظ اعدلوا ہوتا تو یہ اپنے معانی کی وسعتوں کے لحاظ سے کافی تھا۔ اللہ اور بندوں کے حقوق سب اس لفظ کے مفہوم میں شامل ہیں۔ وضع الشئی فی محلہ عدل کا کیسا عمدہ اور جامع مفہوم ہے۔

محمد بن عبداللہ جو ابن العربی کے نام سے زیادہ شہرت رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک عدل جور (ظلم) کی ضد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جہاں کو مختلف اور متضاد صورتوں میں پیدا فرمایا ہے۔ کاروبار جہان کو جاری و ساری رکھنے کے لیے عدل کو ضروری قرار دیا ہے۔ گویا پوری کائنات عدل الٰہی پر قائم ہے۔

ابن العربی عدل کی تین صورتیں بیان کرتے ہیں۔

فالعدل بین العبد وربه ایثار حق اللّٰه علی حظ نفسه وتقدیم رضاه علی هواه والاجتناب للزواجر' والامتثال للاوامر واما العدل بینه وبین نفسه فمنعها عما فیه هلاکها کما قال تعالٰی۔ ونهی النفس عن الهوی۔ ولزوم القناعة فی کل حال ----- واما العدل بینه وبین الخلق ففی بذل النصیحة وترک الخیانة فیما قل وکثر والانصاف من نفسک لهم بکل وجه' ولا یکون منک الی احد مساءة بقول ولا فعل لا فی سر ولا علن حتی بالهم والعزم والصبر علی ما یصیبک منهم من البلوی واقل ذالک الانصاف من نفسک وترک الاذی[11]

"سب سے پہلے بندے اور رب کے درمیان عدل اور وہ یہ ہے کہ حظ نفس پر اللہ تعالیٰ کے حق کو ترجیح دی جائے' اپنی خواہش پر اس کی خوشنودی مقدم رکھی جائے۔ناپسندیدہ کاموں سے اجتناب کیا جائے اور احکام الٰہی کو بجا لایا جائے۔.....
دوسرے نمبر پر اپنے اور اپنے نفس کے درمیان عدل ہے پس جن کاموں میں نفس کی ہلاکت اور بربادی ہے ان سے اس کو روکنا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "نفس کو خواہش سے روکا" اور ہر حال میں اپنے اوپر قناعت کو لازم کرلینا ---- تیسرے نمبر پر اپنے اور خلق خدا کے درمیان عدل سے کام لینا ہے۔ اس طرح کہ ان کی خیرخواہی کرنا کم و بیش ہر موقع پر خیانت ترک کردینا بہرصورت اپنے مقابلے پر انصاف سے کام لینا' قول و فعل کھلے اور چھپے ہر حال میں خلق خدا کو رنج و تکلیف سے بچانا یہاں تک کہ ان کے خلاف کوئی ارادہ اور منصوبہ بھی نہ بنایا جائے اور ان کی طرف سے جب بھی کوئی آزمائش اور مصیبت درپیش ہو تو صبر سے کام لینا اور ان کو اذیت پہنچانے سے گریز کرنا۔"

حجتہ الاسلام احمد بن علی الجصاص کے نزدیک عدل سے مراد قول و فعل دونوں میں عدل سے کام لینا شامل ہے۔

قد انتظم العدل فی العمل والقول قال اللّٰه تعالٰی "واذا قلتم فاعدلوا"[12]

مفسر قرآن شبیر احمد عثمانی عدل و احسان کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں "عدل کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے تمام عقائد' اعمال' اخلاق' معاملات' جذبات' اعتدال و انصاف کے ترازو میں تلے ہوں۔ افراط و تفریط سے کوئی پلہ جھکنے یا اٹھنے نہ پائے۔ دشمن کے ساتھ بھی معاملہ

کرنے تو انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ جو بات اپنے لیے پسند نہ کرتا ہو اپنے بھائی کے لیے بھی پسند نہ کرے ـــــ احسان سے مراد مقام عدل و انصاف سے ذرا بلند ہو کر فضل و عفو اور تلطف و ترحم کی خو اختیار کرے اور انصاف کے ساتھ مروت کو جمع کرے۔" ـــــ ایتاء ذی القربی سے متعلق فرماتے ہیں "جو تعلقات قرابت قدرت نے رکھ دیئے ہیں انہیں نظر انداز نہ کیا جائے۔ صلہ رحمی ایک مستقل نیکی ہے جو اقارب و ذوی الارحام کے لیے درجہ بدرجہ استعمال ہونی چاہیے۔ فرق مراتب کو فراموش کرنا ایک طرح قدرت کے قائم کے ہوئے قوانین کو بھلا دینا ہے۔"(۱۳)

مشہور و معروف مفسر قرآن ابن کثیر اس آیت میں مذکور خیر و شر کی توضیح فرماتے ہوئے مختلف روایات سے استدلال کرتے ہیں۔

علی ابن ابی طلحہ ابن عباسؓ سے ۔ ان اللہ یامر بالعدل کی وضاحت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سے مراد شہادۃ ان لا الہ الا اللہ ہے۔ سفیان بن عیینہ کے مطابق العدل فی ھذا الموضع ھو استواء السریرۃ والعلانیۃ --- والاحسان ان تکون سریرتہ احسن من علانیتہ ------ والفحشاء والمنکر ان تکون علانیتہ احسن من سریرتہ (۱۴)

اس موقع پر عدل سے مراد ظاہر اور باطن کا یکساں ہونا ہے اور احسان یہ ہے کہ باطن ظاہر سے بہتر ہو اور فحشاء و منکر سے مراد ہے کہ ظاہر باطن سے بہتر ہو۔

ابن کثیر کے نزدیک فحشاء اور منکر سے مراد محرمات ہیں کھلی اور چھپی ہر طرح کی برائی۔ فرماتے ہیں:

فالفواحش المحرمات والمنکرات ما ظھر منھا من فاعلھا ولھذا قال فی الموضع الاخر (قل انما حرم ربی الفواحش ما ظھر منھا وما بطن)(۱۵)

ـــــ البغی سے مراد لوگوں پر ظلم و زیادتی ہے اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ارشاد ہوا ہے۔

ما من ذنب اجدر ان یعجل اللہ عقوبتہ فی الدنیا مع ما یدخر لصاحبہ فی الاخرۃ من البغی و قطعیۃ الرحم (۱۶)

ظلم و زیادتی اور قطع رحمی ایسے جرائم ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی سزا دنیا ہی میں دے ڈالتا ہے اور آخرت کے لیے اسے موخر نہیں کرتا۔

ابن جریر طبری کے نزدیک اس موقع محل پر عدل سے مراد لا الہ الا اللہ کا اقرار اور

شہادت ہے اس ہستی کا اقرار کہ جس نے ہمیں اپنی نعمتوں سے سرفراز فرمایا اور اس کے حضور حمد و شکر عدل ہی کی ایک صورت ہے۔ شرک کی تردید فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولم یکن للا وثان والا صنام عندنا ید تستحق الحمد کان جهلا بنا حمدها و عبادتها۔ فهی لا تنعم فتشکر، ولا تنفع فتعبد فلزمنا ان نشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له ولذلک قال من قال، العدل فی هذا الموضع شهادة ان لا اله الا الله[۱۷]

مورتیوں اور بتوں کا ہماری زندگی میں کوئی حصہ نہیں، نہ وہ نفع رساں ہیں اور نہ ہی ان کا ہم پر کوئی احسان ہے لہٰذا ان کی حمد اور عبادت خالصتاً جہالت ہے۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم وحدہٗ لاشریک کی وحدانیت کا اقرار و اعلان کریں۔

مفسر قرآن علامہ آلوسی عدل کو ہر نیکی کی اصل و اساس قرار دیتے ہیں۔

ان الله یامر بالعدل -- ای بمراعاة التوسط بین طرفی الا طراف والتفریط وهو راس الفضائل کلها[۱۸]

یعنی قوت عقلیہ، قوت شہویہ اور قوت غضبیہ کے درمیان افراط و تفریط سے احتراز کرتے ہوئے اعتدال کی روش اختیار کرنا، تھوروحین، جبرو قدر اور بخل و تبذیر جیسی متضاد صفات میں کسی ایک طرف مائل ہوکر انتہا پسندانہ رویہ اختیار کرنا خلاف عدل ہے۔

عبدالماجد دریا آبادی کے نزدیک "احسان سے مراد وہ نیکیاں ہیں جن کا نفع دوسروں تک متعدی ہو" اور البغی سے مراد وہ ظلم اور سرکشی ہے جس کا ضرر دوسروں تک پہنچے اور اس کے تحت وہ سب حرکتیں آگئیں جو قوت و ہمیہ کے غلبہ اور افراط سے ظاہر ہوتی ہیں۔[۱۹]

فخرالدین رازیؒ اس آیت کی توضیح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

العدل خلع الانداد - التوحید و بالعدل قامت السموات والارض والاحسان الاخلاص فیه و قال آخرون یعنی بالعدل فی الافعال والاحسان فی الاقوال صلة الرحم بالمال فان لم یکن فبالدعاء[۲۰]

"عدل سے مراد شرکاء کی تردید کرتے ہوئے توحید کا اقرار ہے اور عدل پر آسمان و زمین قائم ہیں احسان سے مراد توحید میں اخلاص برتنا ہے۔ بعض کی رائے میں عدل کا تعلق افعال و اعمال کے ساتھ ہے جبکہ احسان کا تعلق اقوال و گفتار سے ہے۔ صلہ رحمی سے مراد مالی تعاون ہے اگر یہ نہ ہوسکے تو دعا تو کی جاسکتی ہے۔"

عبداللہ نسفی عدل کی توضیح یوں کرتے ہیں "التسویة فی الحقوق فیما بینکم و

ترک الظلم و العیال کل ذی حق الی حقه[۲۱]

"باہمی حقوق میں مساوات برتنا اور ظلم کو ترک کرنا ہر صاحب حق کے حق کو ملحوظ رکھنا۔"

عصر حاضر کے عظیم مفسر سید قطب شہید اسی آیت کا مقصد و مفہوم یوں بیان کرتے ہیں۔

لقد جاء هذا الکتاب لینشی امة وینظم مجتمعا ثم لینشی عالما و یقیم نظاما، جاء دعوة عالمیة انسانیة لا تعصب فیها لقبیلة او امة او جنس۔ انما العقیدة وحدها هی الرابطة والقومیة والعصبیة[۲۲]

"یہ کتاب ایک امت کی تشکیل، ایک معاشرے کی تنظیم، ایک جہان کی تخلیق کے لیے اتری۔ قرآن انسانیت کے لیے عالمگیر برادری کا داعی بن کر آیا۔ ایسی برادری جہاں قوم قبیلے اور جنس کا کوئی تعصب نہیں پایا جاتا بلکہ عقیدہ (توحید) ہی ان کے باہمی رابطے کا ذریعہ ان کی قومیت، عصبیت اور پہچان کا واحد وسیلہ بن جاتا ہے۔"

لہٰذا قرآنی تعلیمات عدل و احسان اور ایتاء ذی القربیٰ افراد اور معاشرے میں باہمی اعتماد و اخوت جیسی فضا پروان چڑھانے کا سامان کرتی ہیں۔

ابوالکلام آزاد عدل سے مراد "زندگی کے ہر معاملے میں انصاف کرنا لیتے ہیں۔"[۲۳]

سید مودودیؒ اس جامع آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس مختصر سے فقرے میں تین ایسی چیزوں کا حکم دیا گیا ہے جن پر پورے انسانی معاشرے کی درستی کا انحصار ہے۔ پہلی چیز عدل ہے جس کا تصور دو مستقل حقیقتوں سے مرکب ہے۔ ایک یہ کہ لوگوں کے درمیان حقوق میں توازن و تناسب قائم ہو۔ دوسرے یہ کہ ہر ایک کو اس کا حق بے لاگ طریقے سے دیا جائے۔ اردو زبان میں اس مفہوم کو لفظ انصاف سے ادا کیا جاتا ہے مگر یہ لفظ غلط فہمی پیدا کرنے والا ہے اس سے خوامخواہ یہ تصور پیدا ہوتا ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان حقوق کی تقسیم نصف نصف کی بنیاد پر ہو اور پھر اسی سے عدل کے معنی مساویانہ تقسیم حقوق کے سمجھ لیے گئے ہیں جو سراسر فطرت کے خلاف ہے۔ دراصل عدل جس چیز کا تقاضا کرتا ہے وہ توازن و تناسب ہے نہ کہ برابری پس اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا حکم دیا ہے وہ مساوات نہیں بلکہ توازن و تناسب ہے احسان سے مراد فیاضانہ معاملہ رواداری اور درگزر ہے دوسرے کو اس کے حق سے کچھ زیادہ دینا اور خود اپنے حق سے کچھ کم پر راضی ہوجانا یہ عدل سے ایک زائد چیز ہے جس کی اہمیت

اجتماعی زندگی میں عدل سے بھی زیادہ ہے عدل اگر معاشرے کی اساس ہے تو احسان اس کا جمال و کمال ہے عدل اگر معاشرے کو ناگواریوں اور تلخیوں سے بچاتا ہے تو احسان اس میں خوشگواریاں اور شیرینیاں پیدا کرتا ہے ـــــ صلہ رحمی رشتہ داروں کے معاملے میں احسان کی ایک صورت ہے شریعت اسلامی ہر خاندان کے خوشحال افراد کو اس امر کا ذمہ دار قرار دیتی ہے کہ وہ اپنے خاندان کے لوگوں کو بھوکا ننگا نہ چھوڑیں۔ حضرت عمرؓ نے ایک یتیم بچے کے چچا زاد بھائیوں کو مجبور کیا کہ وہ اس کی پرورش کے ذمہ دار ہوں ـــــ جس معاشرے کا ہر واحدہ (Unit) اس طرح اپنے اپنے افراد کو سنبھال لے اس میں معاشی حیثیت سے کتنی خوشحالی' معاشرتی حیثیت سے کتنی حلاوت اور اخلاقی حیثیت سے کتنی پاکیزگی اور بلندی پیدا ہوجائے گی۔"(۲۴)

محمد جواد المغنیہ کے نزدیک اس آیت میں تین فضائل اخلاق اور تین رذائل اخلاق کا بیان ہوا ہے۔

"امرت هذه الاية بثلاث خصال حميدة ونهت عن ثلاث خصال قبيحة ---- اما الخصال الثلاث القبيحة فهى الفحشاء كالزنا واللواط والخمر والميسر والكذب والبهتان واظهرها الزنا۔ قال تعالٰى "ولا تقربوا الزنا انه كان فاحشة وساء سبيلا"(۲۵)

"برے اوصاف میں جوا اور شراب نوشی' کذب و افترا بازی اور زنا شامل ہیں۔ قرآن مجید نے ارتکاب زنا کو کھلی بدکاری قرار دیا ہے اور ایسے عمل کے قریب پھٹکنے سے بھی منع فرمایا ہے۔"

وہ دوسری بری خصلت کی وضاحت یوں کرتے ہیں۔

"والخصلة الثانية من الخصال القبيحة هى المنكر وهو كل ما ينكره العقل والشرع(۲۶) ہر وہ چیز مراد ہے جس کا انسانی عقل اور شریعت انکار کرتے ہیں۔

ان کے نزدیک تیسری بری خصلت قول و فعل سے لوگوں پر زیادتی کرنا ہے فحشاء اور منکر ایک دوسرے کے معنی میں بھی بولے جاتے ہیں۔

والخصلة الثالثة البغى وهو الاعتداء على الناس بالفعل والقول۔ البغى فهو اعتداء على حق الله وحق الناس۔ ويطلق المنكر على الفحشاء والفحشاء على المنكر وهما معا على البغى(۲۷)

شبیر احمد عثمانی تین ممنوعات کا تذکرہ و توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" فحشاء منکر اور بغی انسان میں تین قوتیں ہیں جن کے بے موقع اور غلط استعمال سے ساری خرابیاں اور برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔

i۔ قوت بہیمیہ شہوانیہ ii۔ قوت وھمیہ شیطانیہ iii۔ قوت غضبیہ سبعیہ.

فحشاء سے بے حیائی کی وہ باتیں مراد ہیں جن کا منشاء شہوت و بہیمیت کی افراط ہے ---- منکر معروف کی ضد ہے یعنی نامعقول کام جن کا ہر فطرت سلیمہ اور عقل صحیح انکار کرے گویا قوت وھمیہ شیطانیہ کے غلبے سے قوت عقلیہ ملکیہ دب جائے ---- بغی سے مراد سرکشی کرکے حد سے نکل جانا۔ ظلم و تعدی پر کمربستہ ہوکر درندوں کی طرح کھانے پھاڑنے کو دوڑنا اور دوسروں کے جان و مال یا آبرو وغیرہ لینے کے واسطے ناحق دست درازی کرنا اس قسم کی تمام حرکات قوت سبعیہ غضبیہ کے بے جا استعمال سے پیدا ہوتی ہیں۔"(۲۸)

سید مودودیؒ فرماتے ہیں کہ یہ تینوں برائیاں انفرادی حیثیت سے افراد اور اجتماعی حیثیت سے پورے معاشرے کو خراب کرنے والی ہیں۔

سید صاحب کے نزدیک فحشاء کا اطلاق تمام بے ہودہ اور شرمناک افعال پر ہوتا ہے' ہر وہ برائی جو اپنی ذات میں قبیح ہو وہ فحش ہے برہنگی و عریانی بدکلامی جھوٹ' تہمت تراشی' ڈرامے' فلم' عریاں تصاویر' عورتوں کا بن سنور کر منظر عام پر آنا' مردوں عورتوں کا اختلاط' سٹیج پر عورتوں کا ناچنا اور تھرکنا اور ناز و ادا کی نمائش کرنا۔ منکر سے مراد ہر وہ برائی ہے جسے انسان بالعموم برا جانتے ہیں اور ہمیشہ سے برا کہتے رہے ہیں ---- بغی سے مراد اپنی حد سے تجاوز کرنا اور دوسرے کے حقوق پر دست درازی کرنا خواہ وہ حقوق خالق کے ہوں یا مخلوق کے۔(۲۹)

## عدل کے بارے میں عمر بن عبدالعزیز کا سوال

محمد بن کعب القرظی سے عمر بن عبدالعزیز نے دریافت کیا کہ عدل کیا ہے؟ علامہ آلوسی نے اس مکالمے کو یوں روایت کیا ہے:

عن محمد بن کعب القرظی انه قال دعانی عمر بن عبدالعزیز فقال لی صف لی العدل فقلت بخ سالت عن امر جسیم کن لصغیر الناس ابا ولکبیرهم ابنا وللمثل منهم اخا وللنساء کذالک وعاقب الناس علی قدر ذنوبهم و علی قدر اجسادهم ولا تضربن لغضبک سوطا واحدا فتکون من العادین(۳۰)

عمر بن عبدالعزیز نے محمد بن کعب القرظی کو یاد فرمایا اور پوچھا کہ بتایئے عدل کیا ہے؟

تو انہوں نے کہا خوب آپ نے تو ایک بڑی بات پوچھی ہے آپ لوگوں میں چھوٹوں کے لیے بمنزلہ باپ بن جائیے۔ ان میں سے بڑوں کے لیے بیٹا جو برابر ہیں ان کے بھائی اور ایسے ہی عورتوں کے لیے بھی' اورلوگوں کو ان کے جرائم اور جسمانی حالت دیکھ کر سزا دیں' اپنے غصے کی وجہ سے ہرگز ایک کوڑا بھی نہ ماریں ورنہ آپ حدود عدل سے نکل کر زیادتی کرنے والوں میں سے ہوجائیں گے۔"

حقیقت یہ ہے کہ یہی عمر بن عبدالعزیز ہیں کہ جن کے ہاتھوں عدل و احسان کا ایسا رواج ہوا کہ خلافت راشدہ کی یاد تازہ ہوگئی۔

## سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان

عدل سے آگے احسان کا مرتبہ ہے۔ علامہ آلوسی اسی سلسلے میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ایک قول نقل کرتے ہیں:

قال عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام انما الاحسان ان تحسن الی من اساء الیک لیس الاحسان ان تحسن الی من احسن الیک(۳۱)

"احسان یہ ہے کہ تم اس شخص کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ کرو جس نے تمہارے ساتھ برائی یا زیادتی کی ہے احسان کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آپ اس کے ساتھ بھلائی کریں جو آپ کے ساتھ بھلائی کا رویہ رکھتا ہے۔"

دراصل جو بدسلوکی کرے اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا احسان ہے۔

## اکثم بن صیفی کا ایمان

خیر و شر کی جامع اس آیت میں مکارم اخلاق اور رذائل اخلاق کو جس طرح بیان کرکے امر و نہی کی گئی ہے اس ایک ہی آیت قرآنی کی فطری تعلیمات کو سن کر اکثم بن صیفی جو ایک بڑے عرب قبیلے کے سردار تھے سینکڑوں لوگوں کے ساتھ دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔

مفسر ابن کثیر اس ایمان افروز واقع کو اپنی معروف تفسیر میں روایت کرتے ہیں:

قال الحافظ ابویعلی فی کتاب معرفة الصحابة -- بلغ اکثم بن صیفی مخرج النبیؐ فاراد ان یاتیه فابی قومه ان یدعوه وقالوا - انت کبیرنا لم تکن لتخفف الیه قال فلیاته من یبلغه عنی و یبلغنی عنه فانتدب رجلان فاتیا

النبیؐ فقالا نحن رسل اکثم بن صیفی وھو یسالک من انت؟ وما انت؟ فقال النبیؐ اما من انا؟ فانا محمد بن عبداللہ۔ واما ما انا؟ فانا عبداللہ و رسولہ۔ قال ثم تلا علیھم ھذہ الایۃ (ان اللہ یامر بالعدل والاحسان) قالوا ردد علینا ھذا القول فردد علیھم حتی حفظوہ فاتیا اکثم فقالا ابی ان یرفع نسبہ فسالنا عن نسبہ فوجدناہ شریفا و قد رمی الینا بکلمات قد سمعناھا فلما سمعھن اکثم قال انی اراہ یامر بمکارم الاخلاق وینھی عن ملائمھا فکونوا فی ھذا الامر روسا ولا تکونوا فیہ اذنابا [۳۲] "وکونوا فیہ اولا ولا تکونوا فیہ آخرا [۳۳]

ابو یعلی کتاب معرفتہ الصحابہؓ میں نقل کرتے ہیں' اکثم بن صیفی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود ملیں۔ لیکن ان کی قوم نے ان کو خود جانے سے یہ کہتے ہوئے منع کیا کہ یہ حاضری آپ کے شایان شان نہیں۔ تو اس نے کہا ان کے پاس کوئی جائے جو میری بات ان تک پہنچائے اور ان کی بات مجھ تک پہنچائے۔ پس دو لوگ اس کام کے لیے مقرر ہوئے وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ ہم اکثم بن صیفی کے ایلچی ہیں۔ وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ آپ کون ہیں؟ اور آپ کیا ہیں؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میں کون ہوں کے جواب میں فرمایا کہ میں محمد بن عبداللہ ہوں۔ اور میں کیا ہوں؟ کے جواب میں فرمایا کہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول' پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت و تحریک سے آگاہ کرنے کے لیے قرآن مجید کی آیت ان اللہ یامر بالعدل و الاحسان تلاوت فرمائی۔ آیت سن کر دونوں نے کہا ذرا دہرائیے۔ تو آپؐ نے اس آیت کو دوبارہ تلاوت فرمایا یہاں تک کہ انہوں نے اسے یاد کرلیا اور اکثم بن صیفی کے پاس حاضر ہوئے اور اسے خبر دی کہ ہم نے انہیں شریف النسب پایا اور وہ نسبی فخر و غرور میں مبتلا نہیں ہیں اور کہا کہ انہوں نے ہمیں کچھ کلام سنایا' جب اکثم بن صیفی نے وہ کلام سورۃ النحل کی مذکورہ آیت سنی تو پکار اٹھا کہ میں دیکھتا ہوں کہ وہ مکارم اخلاق کا حکم دیتا ہے اور ناپسندیدہ اخلاق سے روکتا ہے۔ تو اب تم ان کے اس معاملے میں سربن جاؤ اور دمیں نہ بنو۔ ایک اور روایت میں احمد مصطفیٰ المراغی نے کچھ الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ تم اس معاملے میں پہلی صف میں شامل ہونے والے بنو پیچھے کھڑے ہونے والے نہ بنو ---- مقصد یہ تھا کہ تم دین اسلام قبول کرلو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں شامل ہوجاؤ اور ان فطری تعلیمات اور سچی دعوت کے قبول کرنے میں کسی سے پیچھے نہ رہو۔ اکثمؓ بن صیفی اور آپ کے قبیلے

والوں کے اسلام لانے کے اس واقعے کو کچھ دیگر مفسرین کرام نے بھی ذکر کیا ہے۔ تفسیر روح المعانی نے بخاری کتاب الادب اور بیہقی کے شعب الایمان کے حوالے سے یہ واقعہ تحریر کیا ہے۔(۳۴)

## عثمانؓ بن مظعون کا ایمانی استحکام

عثمانؓ بن مظعون رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین اصحاب میں سے ہیں۔ انہوں نے نبی پاکؐ سے تعلق خاطر کی وجہ سے کلمہ تو پڑھ لیا تھا لیکن قلبی اطمینان کی کیفیت ابھی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ پھر ایک روز آپؐ پر وحی کا نزول ہو رہا تھا۔ وحی کی کیفیت ختم ہونے پر آپؐ نے ان اللہ یامر بالعدل و الاحسان کلام الٰہی تلاوت فرمایا تب تو ایمان میرے دل میں اتر گیا۔

روی عن ابن عباسؓ ان عثمان ابن مظعون قال ما اسلمت اولا الاحیاء من محمد علیہ السلام۔ ولم یتقرر الاسلام فی قلبی فحضرتہ ذات یوم فبینما ھو یحدثنی اذ رایت بصرہ شخص الی السماء ثم خفضہ عن یمینہ ثم عاد لمثل ذالک فسالتہ فقال بینما انا احدثک اذا بجبریل نزل عن یمینی فقال یا محمد ان اللہ یامر بالعدل (شھادۃ ان لا الہ الا اللہ) والاحسان (القیام بالفرائض) وایتاء ذی القربی (ای صلۃ ذی القرابۃ) وینھی عن الفحشاء (الزنا) والمنکر (مالا یعرف فی شریعۃ ولا سنۃ) والبغی (الاستطالۃ) --- قال عثمان فوقع الایمان فی قلبی(۳۵)

فطری اخلاقی تعلیمات جن کی بنیاد توحید ہے ایمان میں پختگی کا باعث بنیں --- عثمانؓ نے اس واقعے سے رسول اکرمؐ کے چچا جان کو آگاہ کیا تو انہوں نے قریش کو اپنے بھتیجے کی پیروی کرنے کا مشورہ دیا۔ جب حضورؐ نے اپنے چچا کے ہاں یہ نرمی دیکھی تو فرمایا اے چچا جان آپ لوگوں کو میری اتباع کے لیے فرماتے ہیں لیکن خود اس سچائی سے دور رہتے ہیں۔ آپؐ نے توجہ دلائی لیکن انہوں نے اس موقع پر بھی قبول حق سے انکار کردیا۔ اس پر قرآن کی ایک آیت اتری کہ کسی کا ایمان لانا آپؐ کی پسند پر منحصر نہیں ہے۔

## قریش کو ابوطالب کی تلقین

قال عثمان فاتیت ابا طالب فاخبرته فقال یا معشر قریش اتبعوا ابن اخی ترشدوا ولئن کان صادقا او کاذبا فانه ما یامرکم الا بمکارم الاخلاق فلما رای الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم من عمه اللین قال: یا عماه اتامر الناس ان یتبعونی و تدع نفسک وجهه علیه فابی ان یسلم فنزل قوله (انک لا تهدی من احببت)(۳۶)

حقیقت یہ ہے کہ قبول حق بڑے نصیب کی بات ہے۔ انسان ایمان و کفر کے اختیار میں آزاد ہے بس آزاد ارادے سے فیصلے کی ایک گھڑی ہے جب توفیق ایزدی شامل حال ہوجائے۔ زبانی اقرار کے ساتھ اصل اہمیت دل میں ایمان کے استقرار اوراخلاص کی بھی ہے۔ ورنہ محض خواہش اور چاہت سے انسان کسی کو ایمان کی دولت سے مالا مال نہیں کرسکتا۔

## ولید بن المغیرہ کا اعتراف

خیر و شر کی اس جامع آیت کی تاثیر کے سلسلے میں ایسا ہی ایک اور واقعہ روایت کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ولید بن مغیرہ کو یہ آیت سناتے ہیں وہ اس کی حلاوت اور معنویت کا اعتراف کرتا ہے لیکن ایمان کا نصیب بننا تو طلب صادق چاہتا ہے۔

وقال عکرمه قرا النبی علی الولید ابن المغیرة ان اللّٰه یامر بالعدل والاحسان۔ فقال یا ابن اخی اعد فاعاد علیه فقال واللّٰه ان له لحلاوة وان علیه لطلاوة وان اصله لمورق واعلاه لمثمر وما هو بقول بشر(۳۷)

"خدا کی قسم اس میں ایک خاص حلاوت ہے اور اس کے اوپر ایک خاص رونق اور نور ہے اس کی جڑ سے شاخیں اور پتے نکلنے والے ہیں اور شاخوں پر پھل لگنے والا ہے۔ یہ کسی انسان کا کلام ہرگز نہیں ہوسکتا۔"

مفتی محمد شفیع مرحوم نے بھی معارف القرآن میں اس واقعے کا تذکرہ کیا ہے۔"(۳۸)

جب انوار الٰہیہ کی بارش ہو رہی تھی قرآن پاک نازل ہورہا تھا تو اقرار و انکار کرنے والا ہر مرد و عورت قرآنی سچائیوں کا دل سے اعتراف کرنے میں اپنے آپ کو مجبور پاتا تھا۔ بدنصیب تاریکیوں میں بھٹکتے رہ گئے اور اہل تقویٰ ہدایت پا کر دنیا و آخرت کی فلاح سے سرفراز ہوئے۔

## خیر و شر کی جامع یہ آیت خطبہ جمعہ کا حصہ کب اور کیونکر بنی؟

خلافت راشدہ امت مسلمہ کا مثالی سیاسی عہد شمار ہوتا ہے۔ اس زمانے میں مسلمانوں نے عظیم فتوحات حاصل کیں کرۂ ارض کے ایک بڑے حصے پر پرچم اسلام لہرایا۔ البتہ بعدہ سازشی عناصر کی سازشوں اور اپنوں کی غلط فہمیوں نے کچھ ایسی صورت حال پیدا کردی کہ کہیں رسول اکرمؐ کے پیارے نواسے حسینؓ خاک و خون میں تڑپتے نظر آتے ہیں۔ کہیں عبداللہ ابن زبیرؓ حرم مکہ میں دفاع خلافت کے لیے سر دھڑ کی بازی لگاتے ہیں۔ جنگ جمل اور جنگ صفین میں کلمہ گو ایک دوسرے کے مدمقابل ہوئے۔ جنگ صفین میں دونوں طرف سے ۹۰ ہزار انسانوں کا خون بہا۔ ان میں جلیل القدر صحابہ کرامؓ بھی شامل تھے۔ ایمان و عمل کے ایسے درخشاں ستارے کہ کاش ان کا اور ان کی تلواروں کا رخ مشرق و مغرب شمال و جنوب کی طرف ہوجاتا تو کفر و شرک نام کی کوئی چیز آج کرۂ ارض پر موجود نہ ہوتی۔

بعد میں ان اختلافات نے برسر عام اور برسر ممبر خطبات جمعہ و عیدین کے موقعوں پر کھلے اظہار برات و بیزاری کی شکل بھی اختیار کرلی۔

تاریخ اسلام کے مصنف معین الدین ندوی اس بارے میں لکھتے ہیں:

"اموی خلفاء نے ایک بری بدعت یہ جاری کی تھی کہ وہ خود اور ان کے عمال خطبے میں حضرت علیؓ پر لعن طعن کیا کرتے تھے اور اسے انہوں نے خطبے کا جز بنا دیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اسے بالکل بند کردیا اور تمام عمال کے نام فرمان جاری کردیا کہ حضرت علیؓ کے متعلق جو نالائم الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں وہ بند کردیئے جائیں اور اس کی جگہ کلام اللہ کی یہ آیت ان اللہ یامر بالعدل و الاحسان و ایتاء ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون (النحل ۱۶:۹۰)[۳۹] داخل کی جو آج تک جاری ہے۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ اس اصلاحی کوشش کا تذکرہ یوں کرتا ہے:

انہوں نے مساجد میں حضرت علیؓ پر تبرے کو روک دیا۔ جب وہ مصر کے عامل مقرر ہوئے تھے تب انہوں نے اپنے والد محترم سے کہا تھا کہ سب و شتم کی یہ

مروجہ رسم ختم کردی جائے۔"(۴۰)

اکبر شاہ نجیب آبادی لکھتے ہیں:

"بنی امیہ میں یہ عام طور پر رواج تھا کہ وہ حضرت علیؓ کو برا کہتے اور جمعہ کے خطبوں میں بھی اس سے گریز نہ کرتے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تخت خلافت پر متمکن ہوتے ہی حکم جاری کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں کوئی شخص ناشدنی الفاظ ہرگز استعمال نہ کرے۔"(۴۱)

عبدالصمد صارم اس مکروہ منظر کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں کہ کس طرح سیدنا علیؓ کی شان میں گستاخی کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ "حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنے تو آپ نے یہ مذمت ممنوع قرار دے دی اور خطبے میں ان آیات کا اضافہ کردیا۔

ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رءوف رحیم(۴۲) (الحشر ۵۹: ۱۰)

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان ------ یعظکم لعلکم تذکرون(۴۳) (النحل: ۹۰)

دونوں آیات کے چناؤ میں اس جانب اشارہ ہے کہ آپس میں مسلمانوں کو کینہ نہ رکھنا چاہیے اور امویوں کو یہ بتانا مقصود تھا کہ انہیں قرابت کا پاس کرنا چاہیے ہاشمیوں کے ان پر کچھ حقوق ہیں لہٰذا انہیں اپنی زبان کو سب و شتم سے روکنا چاہیے اور انہیں برا بھلا نہ کہنا چاہیے۔(۴۴)

الکامل ابن اثیر ان واقعات کی تفصیل کچھ یوں بیان کرتا ہے۔

کانوا بنو امیة یسبون امیر المومنین علی ابن طالب الی ان ولی عمر بن عبیدالعزیز الخلافة فترک ذالک وکتب الی العمال فی الافاق بترکه(۴۵)

عمر بن عبدالعزیز اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں عبید بن عبداللہ بن عقبہ بن مسعود کے پاس مدینے میں حصول علم کے لیے آیا جایا کرتا تھا۔ ایک بار ان کے پاس گیا تو وہ نماز پڑھ رہے تھے جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میری طرف متوجہ ہوئے اور قدرے غصے سے فرمایا:

متی علمت ان اللہ غضب علی اھل بدر و بیعۃ الرضوان بعد ان رضی عنھم؟ قلت لم اسمع ذالک قال فما الذی بلغنی عنک فی علیؓ فقلت معذرۃ الی اللہ والیک و ترکت ما کنت علیہ[۴۶] ابن کثیر نے البدایتہ والنہایہ میں یہی الفاظ نقل کیے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز سلیم الفطرت تھے لہٰذا انہیں خود بھی یہ سب گراں گزرتا تھا جبکہ استاذ گرامی کی نصیحت نے اصلاحی جذبے کو اور بھی نکھار دیا۔ جو منصب خلافت پر فائز ہوتے ہی عملی اقدام کی صورت میں ظاہر ہوا اور آپ نے اس بری رسم کو ختم کردیا اور مذکورہ آیات مبارکہ کی تلاوت کا حکم فرمایا۔

سید قطب شہید لکھتے ہیں:

وھی اجمع آیۃ فی القرآن للخیر والشر ولھذا یقراھا کل خطیب علی المنبر فی آخر کل خطبۃ لتکون عظۃ جامعۃ لکل مامور و منھی[۴۷]

یعنی جب خطبوں میں سیدنا علیؓ پر سے سب و شتم ختم ہوئی تو اس کی جگہ اس آیت کی تلاوت کو رواج دیا گیا۔

علامہ آلوسی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے اس اقدام کو ایک عظیم الشان کارنامہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وکان ذالک من اعظم ما ثرہ[۴۹]

محمد جمال الدین القاسمی بھی ان کی اس خدمت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اسقط ذالک منھا و اقام ھذہ الایۃ مقامہ وھو من اعظم ما ثرہ[۵۰]

عبدالماجد دریا آبادی فرماتے ہیں:

"عمر بن عبدالعزیز کے وقت سے یہ آیت اہل سنت کے خطبات جمعہ میں داخل ہوگئی تاکہ ہر ہفتے متواتر امت کے کان اس صدائے حق سے آشنا ہوتے رہیں اور اس وقت سے آج تک یہ آیت امت کے خطبات جمعہ کا جزو بنی ہوئی چلی آرہی ہے۔"[۵۱]

مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں:

"یہ آیت قرآن کریم کی جامع ترین آیت ہے جس میں پوری اسلامی تعلیمات کو چند الفاظ میں سمو دیا گیا ہے اس لیے سلف صالحین کے عہد مبارک سے آج

تک دستور چلا آرہا ہے کہ جمعہ و عیدین کے خطبوں کے آخر میں یہ آیت تلاوت کی جائے۔(۵۱)

سید مودودیؒ اس دور کی اس صورت حال اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے اس اصلاحی کارنامے کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ایک اور نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہؓ کے عہد میں یہ شروع ہوئی کہ وہ خود اور ان کے حکم سے ان کے تمام گورنر خطبوں میں برسر منبر حضرت علیؓ پر سب و شتم کی پوچھاڑ کرتے تھے حتیٰ کہ مسجد نبوی میں منبر رسولؐ پر روضہ نبویؐ کے سامنے کسی کے مرنے کے بعد اس کو گالیاں دینا شریعت تو درکنار انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا اور خاص طور پر جمعہ کے خطبے کو اس سے آلودہ کرنا تو دین و شریعت کے لحاظ سے سخت گھناؤنا فعل تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے آکر اپنے خاندان کی دوسری غلط روایات کی طرح اس روایت کو بھی بدلا اور خطبہ جمعہ میں سب علی کی جگہ یہ آیت پڑھنی شروع کردی۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی و ینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون(۵۲) (النحل ۱۶:۹۰)

## نکتہ فکر

ماضی میں قرآن مجید کی یہ آیت کہیں ایمان میں پختگی کا باعث بنی اور کہیں اس کے اثر سے سینکڑوں افراد حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی زندگی خیر و شر کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے احکام کا مکمل عکس تھی ـــــ مگر آج ہر منبر و محراب میں اس آیت کو سنا اور پڑھا جاتا ہے۔ لیکن مسلم معاشرہ عدل و احسان اور صلہ رحمی اور قرابت داری کے حقوق سے محروم ہے۔ فحشاء کھلی بدکاری نامعقول رذائل کا چلن عام ہے۔ ظلم و عدوان کا رواج اس قدر عام ہے کہ انسانی و حیوانی زندگی اسلامی و غیر اسلامی معاشرے کا فرق و امتیاز باقی نہیں رہا۔

آیات قرآنی کا ورد عام ہے لیکن سننے اور سنانے والے بے توجہ ہیں فرد و معاشرے میں انقلاب صرف اسی صورت برپا ہوگا جب افراد عثمانؓ بن مظعون کی طرح قرآنی آیات پر توجہ کریں اور سننے والے اپنے اپنے قبیلے کے لیے اکثمؓ بن صیفی بن جائیں۔

# الحواشی

۱۔ الحجر ۱۵: ۹

۲۔ النحل ۱۶: ۹۰

۳۔ تفسیر القرآن، (تفسیر عثمانی) ص ۳۶۶

۴۔ تفسیر المراغی، ج ۱۴ ص ۱۳۰

۵۔ تفسیر المراغی، ج ۱۴ ص ۱۳۱

۶۔ البیضاوی انوار التنزیل و اسرار التاویل، ص ۲۸۲

۷۔ الطبری جامع البیان فی تاویل القرآن، ج ۱۴، ص ۱۴۳

۸۔ تفسیر الماجدی، ص ۵۶۷

۹۔ تدبر قرآن، ج ۴، ص ۴۳۹

۱۰۔ کاندھلوی، معارف القرآن، ج چہارم، ص ۲۴۷

۱۱۔ احکام القرآن (ابن العربی) القسم الثالث، ص ۱۱۶۱

۱۲۔ احکام القرآن (الجصاص) الجزء الثالث، ص ۲۳۴

۱۳۔ تفسیر القرآن، (تفسیر عثمانی) ص ۳۶۶

۱۴۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۵۸۳

۱۵۔ ایضاً"

۱۶۔ ایضاً"

۱۷۔ جامع البیان فی تاویل القرآن الطبری، ج ۱۴، ص ۱۴۲

۱۸۔ روح المعانی، ج ۱۴، ص ۲۱۷

۱۹۔ تفسیر الماجدی، ص ۵۶۸

۲۰۔ التفسیر الکبیر، ج ۲۰، ص ۱۰۰

۲۱۔ تفسیر النسفی الجزء الثانی، ص ۲۹۷

۲۲۔ فی ظلال القرآن، ج ۵، ص ۹۲

۲۳۔ ترجمان القرآن ج ۲ ص ۳۲۸

۲۴۔ تفہیم القرآن، ج ۳، ص ۵۶۵
۲۵۔ التفسیر الکاشف المجلد الرابع، ص ۵۴۵
۲۶۔ ایضاً
۲۷۔ ایضاً
۲۸۔ تفسیر القرآن (تفسیر عثمانی) ص ۳۶۷
۲۹۔ تفہیم القرآن، ج ۳، ص ۵۶۷
۳۰۔ روح المعانی، ج ۱۴، ص ۲۱۷
۳۱۔ روح المعانی، ج ۱۴، ص ۲۱۷
۳۲۔ تفسیر القرآن العظیم (ابن کثیر) ج ۲، ص ۵۸۳
۳۳۔ تفسیر المراغی، ج ۱۴، ص ۱۳۱
۳۴۔ روح المعانی، ج ۱۴، ص ۲۱۹
۳۵۔ التفسیر الکبیر، ج ۲۰، ص ۱۰۰
۳۶۔ ایضاً
۳۷۔ تفسیر القرطبی، ج ۱۰، ص ۱۶۶
۳۸۔ معارف القرآن، جلد ۵، ص ۳۷۶
۳۹۔ تاریخ اسلام، (ندوی) ج ۲، ص ۵۱۳
۴۰۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۱۴/۲، ص ۲۳۴
۴۱۔ تاریخ اسلام، (نجیب آبادی) جلد دوم، ص ۲۰۵
۴۲۔ الحشر ۵۹ : ۱۰
۴۳۔ النحل ۱۶ : ۹۰
۴۴۔ عمر بن عبدالعزیز، ص ۵۸
۴۵۔ الکامل لابن الاثیر، الجز الرابع، ص ۱۵۴
۴۶۔ البدایتہ والنہایتہ، (ابن کثیر) ج ۹، ص ۱۹۳
۴۷۔ فی ظلال القرآن، ج ۵، ص ۲۹۷
۴۸۔ الکشاف الجزء الثانی، ص ۴۹۱
۴۹۔ روح المعانی، ج ۱۴، ص ۲۱۹
۵۰۔ تفسیر القاسمی محاسن التاویل الجز العاشر ص ۳۸۵

۵۱۔ تفسیر الماجدی، ص ۵۶۷
۵۲۔ معارف القرآن، (مفتی محمد شفیع) ج ۵، ص ۳۷۵۰

# مصادر و مراجع


-- آزاد ابوالکلام ---- ترجمان القرآن - اسلامی ادکامی اردو بازار، لاہور ۱۹۷۶ء
-- آلوسی محمود شکری سید ---- روح المعانی - احیاء تراث العربی بیروت لبنان
-- ابن کثیر اسماعیل عماد الدین الحافظ ----- تفسیر القرآن - دارالقرآن بیروت ۱۴۰۲ھ
-- ابن العربی محمد بن عبداللہ ابوبکر ---- احکام القرآن - دار احیاء الکتب العربیۃ مصر، ۱۹۵۸ء
-- ابن الاثیر علی بن الکرم محمد الشیبانی ----- الکامل لابن الاثیر - ادارہ طباعۃ المنیریہ ۱۳۵۷ھ
-- احمد زکی صفوت مصری ترجمہ عبدالصمد صارم ------ عمر بن عبدالعزیز - مکتبہ جدید، لاہور ۱۹۶۱ء
-- البیضاوی عبداللہ بن عمر ناصر الدین القاضی ------ انوار التنزیل واسرار التاویل - مطبع البابی الحلبی مصر، ۱۹۵۵ء
-- الجصاص احمد بن علی ابی بکر حجتہ الاسلام ----- احکام القرآن - مطبعۃ البھیۃ المصریۃ، ۱۳۴۷ھ
-- دریا آبادی عبدالماجد ------ تفسیر ماجدی - تاج کمپنی کراچی، ۱۹۵۲ء
-- دانشگاہ پنجاب لاہور ----- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۱۹۸۲ء
-- رازی محمد بن عمر فخر الدین ----- التفسیر الکبیر - دارالکتب العربیۃ بیروت، ۱۹۹۰ء
-- الزمخشری محمود بن عمر ------ الکشاف - مکتبہ الاسنقامۃ القاھرہ، ۱۹۵۳ء

-- سید قطب شہید ----- فی ظلال القرآن - دار احیاء الکتب العربیۃ مصر
-- الطبری محمد ابن جریر ابوجعفر ----- جامع البیان فی تاویل آی القرآن - مصطفٰی البابی مصر، ۱۹۶۸ء
-- عثمانی شبیر احمد ---- تفسیر القرآن - مجمع الملک فهد لطباعة المصحف الشریف ۱۴۰۹ھ
-- القرطبی محمد بن احمد الانصاری ابو عبداللہ الجامع لاحکام القرآن - دارالکتب العربی قاهرہ، ۱۳۸۷ھ
-- القاسمی محمد جمال الدین ----- تفسیر القاسمی محاسن التاویل - دار احیاء الکتب العربیۃ، مصر ۱۹۵۹ء
-- کاندهلوی محمد ادریس ----- معارف القرآن - مکتبه عثمانیه جامع اشرفیه لاہور، ۱۹۸۲ء
-- مودودی ابوالاعلیٰ سید ----- تفہیم القرآن - ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۷۵ء
-- مودودی ابوالاعلیٰ سید ----- خلافت و ملوکیت - اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۶۶ء
-- محمد جواد المغنیه ----- التفسیر الکاشف - دارالعلم بیروت، ۱۹۶۹ء
-- المراغی احمد مصطفٰی ----- تفسیر المراغی - مصطفٰی البابی الحلبی مصر، ۱۳۶۵ھ
-- مفتی محمد شفیع ----- معارف القرآن - ادارہ معارف، کراچی ۱۹۸۷ء
-- ندوی معین الدین احمد ----- تاریخ اسلام - ناشران قرآن لاہور، ۱۹۷۳ء
-- نجیب آبادی اکبر شاہ ----- تاریخ اسلام - نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۵۶ء